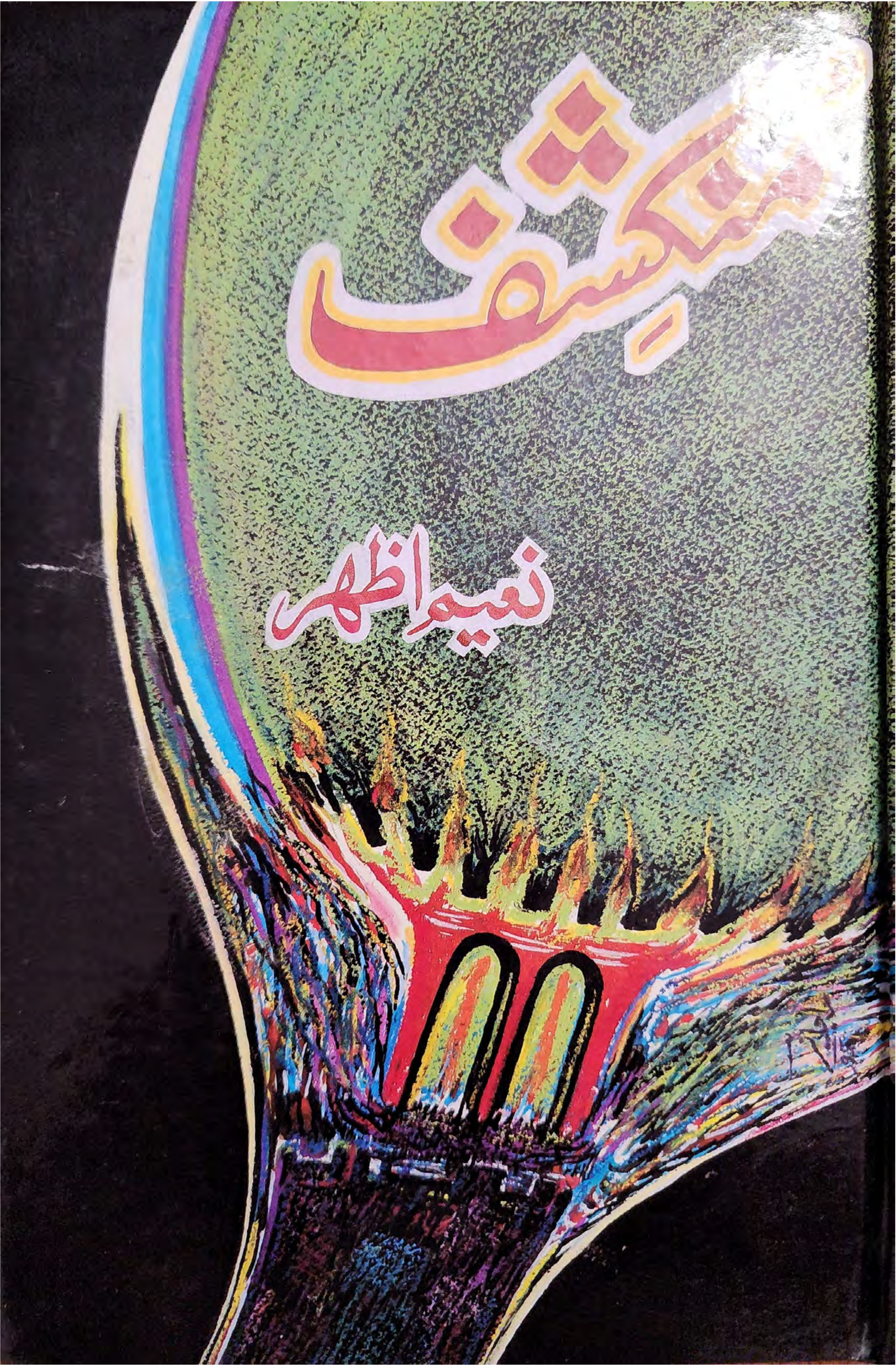
منکشف
نعیم اظہر

منکشف

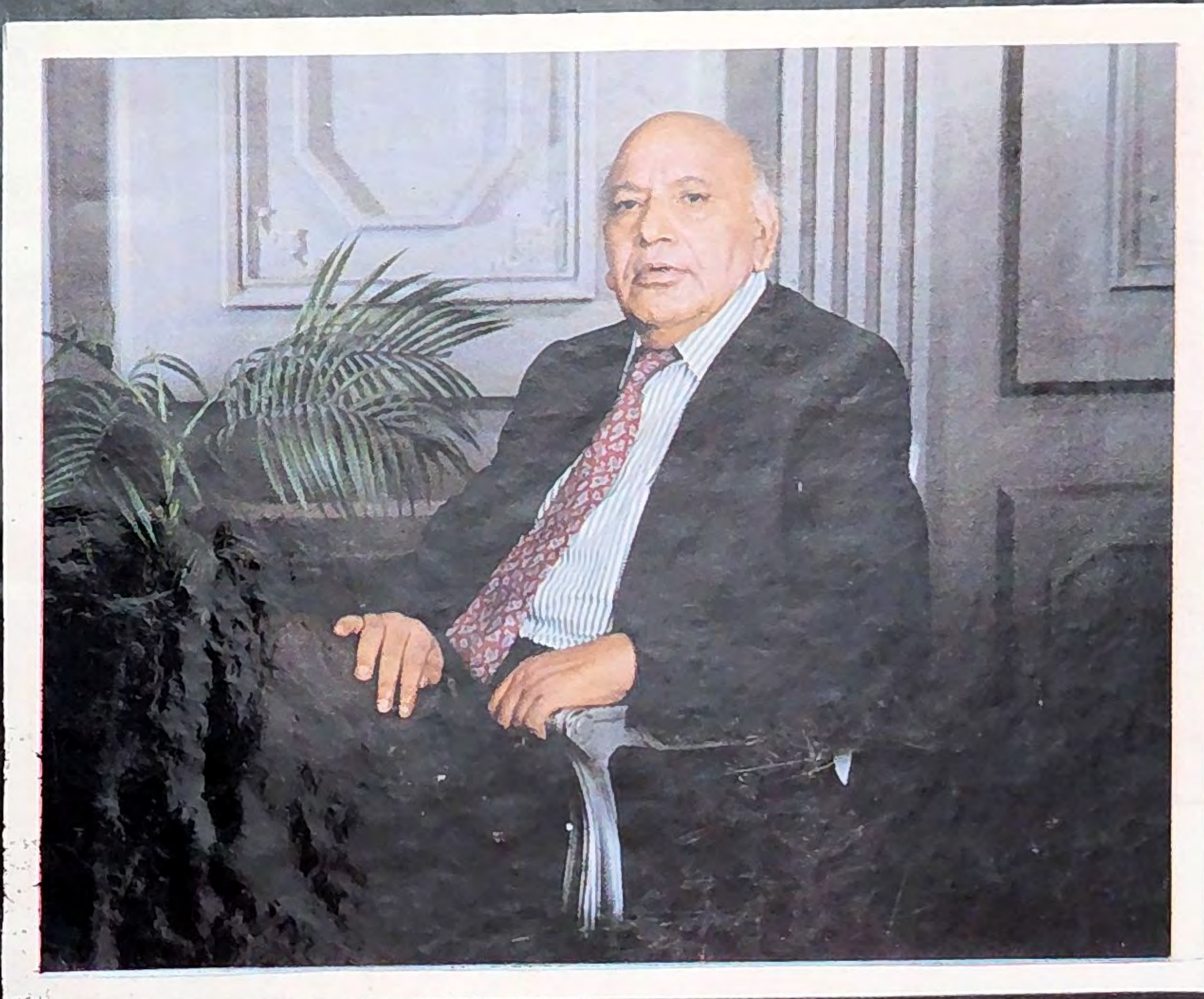

اظہر کے سارے فکر کی معراج ہے یہی
پھر سے بلندیوں پہ مسلمان چاہیے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مُنکشِف

عرض ناشر

نعیم اظہر کی شاعری گہرے قومی تفکر سے چھن کر صفحہ قرطاس کی زینت بنی ہے۔ اس کا مطالعہ ہر حساس اور درد مند قاری کے لیے نہ صرف قلبی تسکین کا باعث ہوگا' بلکہ درست سمت کی نشاندہی بھی کرے گا۔ اس طرح یہ شاعری بھٹکے ہوئے قافلے کے لیے راہنما آواز کی حیثیت رکھتی ہے۔

اظہر کے سارے فکر کی معراج ہے' یہی
پھر سے بلندیوں پہ مسلمان چاہییے!

محمد سعید اللہ صدیق

مُنکشِف

نعیم اظہر

القمر اِنٹرپرائزز غزنی سٹریٹ اُردو بازار ○ لاہور

خوبصورت اور معیاری کتابیں چھاپنے
کا واحد مرکز الفقر انٹرپرائزز
اہتمام : محمد سعید اللہ صدیقی

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

طبع اول : نومبر 1995ء
مطبع : آر۔ آر پرنٹرز' لاہور
کمپوزنگ : فراز کمپوزنگ سنٹر لاہور
تعداد : ایک ہزار
قیمت : 100 روپے

اِنتساب

دُنیائے اسلام کے بطلِ جلیل ایٹمی مفکرؒ

جناب **عبدالقدیر خان**

اور پاکستان کے عظیم زرعی مفکرؒ

جناب **منصور احمد**

کے نام

یہ رنگِ سخن رنگِ تغزل ہی سمجھ لو
بکھریں گے مگر اس سے اثر اور طرح کے

فہرست

ہمیں توفیق دے یا رب، تیری قربت میں آجائیں 11

خلق خدا میں سب سے محمدؐ عظیم ہیں 13

جب کرب سے باندھے تھے قدم میرے زمیں نے 15

بخشا جو مجھے دیدۂ بیدار نہ ہوتا 17

ماضی نے جو بھی بوجھ تھے خود پر گرا لیے 19

متاع بے بہا کرے کچھ اس سے بھی سوا کرے 21

اظہار کی قیمت ہے نہ گفتار کی قیمت 23

یہاں جتنے بھی روشن ہیں اسی کے نام سارے ہیں 25

میں جب فکر کی جانب دوڑا، سب سمجھے سودائی ہے 27

میری نس نس میں جس کی آرزو ہے 29

میرے اندر ہیں کچھ فسوں جاگے 31

گزرے پلوں کو طاقت افکار چاہیے 33

یہ ایک حقیقت ہے، گر سوچ میں آئی ہو 35

نخوت سی آگئی جو مرے بام و در میں ہے 37

توقع میں قدم یوں دھر رہا ہوں	39
تقدیر ہے اللہ کی قدرت میں ازل سے	41
عبد و معبود کے کچھ اور ہی رشتے نکلے	43
جب وہ الفت مضطرب تھی پھیل جانے کے لیے	45
درخور زنجیر کی کایا پلٹتی جائے ہے	47
اشک بہہ جائیں حدیث جاودانی کے لیے	49
ہم جو چاہیں تو نصیب اپنے سنور سکتے ہیں	51
اگر قادر سے قدرت مانگ لیں ہم بھی زمانے میں	53
پر درد' پر خیال' سہی میری یہ لگن	55
ہو ایسا باصفا کوئی	57
شعروں کے تن پہ فکر ہوں' جتنا سجا سکا	59
برپا ہے میرے فکر کے اندر جو انقلاب	61
جس دل کو بھی جہاں میں عرفان چاہیے	63
ذہنوں سے اونچ نیچ کے سب ناگ مار دے	65
جب محبت اس کے دل میں اوج حیرانی پہ تھی	67
اس خالق اقدس سے جو نہی بات بنے گی	69
بے تاب ہیں کب سے مرے اندر کے دفینے	71
ہم خود کو اگر حق کا طلبگار بنائیں	73
اس طرف دیکھیں تو بس جاگا ہوا مقسوم ہے	75

ہیں عقل کو درپیش سفر اور طرح کے 77
کردار جنوں خیز ہو گفتار جنوں خیز 79
تیغ حکمت سے وہ یوں وار کیے جاتے ہیں 81
لاکھ روکا درد کی شدت نے اس کو بارہا 83
جب کوئی عزم بھی پابند وفا ہوتا ہے 85
ہم یہاں جب بھی نئے دام تلے آتے ہیں 87
جو راز کسی سے بھی زمانے پہ کھلے گا 89
جب ہم ہی یہاں ان کے خریدار نہ ہوں گے 91
متاعِ جاں کہاں باقی رہی ہے 93
جب اس نے مری آنکھ سے پردے کو ہٹایا 95
ہر کام کر جہاں میں عبادت کے طور پر 97
شعروں کی فراوانی 99
مری راہ سخن کا اس قدر دیجور ہو جانا 101
امید کے چراغ بجھنا ہی چھوڑ دے 103
یہاں جو شخص بھی اس کی پناہوں میں چلا جائے 105
مجھ میں نہیں ہے کوئی گن 107
گو ذہن پر تلاش کی چادر تنی رہی 109
دل کی زمیں وہ اس قدر زرخیز کر گیا 111

اَعُوذُ بِاللّٰہِ اَنْ اَکُوْنَ مِنَ الْجَاہِلِیْنَ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ وَّہُوَ عَلٰی کُلِّ

شَیْءٍ وَّکِیْلٌ ○ لَہٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط

(الزمر: ۶۲-۶۳)

اللہ ہر چیز کا خالق ہے اور وہی ہر چیز پر نگہبان ہے۔ زمین اور آسمانوں کے خزانوں کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں۔

برائے رابطہ مصنف:

N - 868 پونچھ روڈ، سمن آباد لاہور

فون: 7588586

○

ہمیں توفیق دے یا رب' تیری قربت میں آجائیں
مسلماں کی بنا کیا ہے۔ زمانے کو بتا جائیں

الٰہی ہو کرم ہم پر کہ ہم تیرے ہی بندے ہیں
ہمارے نوجواں اٹھ کر' ہمیں مومن بنا جائیں

تیرے محبوب کے اوصاف ہوں گر اپنی سج دھج پر
جہاں میں ہم حقیقت کے بڑے دریا بہا جائیں

تفکر کے ہیں سب وجدان، ہم سائنس کہیں جس کو
خدایا اس حقیقت کو مسلماں بھی تو پا جائیں

رضا اللہ کی پائیں، اٹھیں اب یوں قدم اپنے
جہاں جائیں، جدھر جائیں، اسی میں مبتلا جائیں

مرے فن کو، مرے مالک تو ایسی قدرتیں دے دے
مرے قاری جہاں بھر سے جہالت کو مٹا جائیں

ہوئیں پھر سے منکشف ہم پر دلیلیں تیری قدرت کی
نوائے فغاں ہو کر انہیں ہم گنگنا جائیں

یہ میری کاوشیں اظہر ہیں ممنون شمیم افضل
دعائیں ہیں فضیلت پر مرے سب اقربا جائیں

خلقِ خدا میں سب سے محمدؐ عظیم ہیں
سو اسکی نعمتوں کے وہی تو قسیم ہیں

وہ حسنِ کائنات ہیں محبوب حق بھی ہیں
خیر البشر ہیں، خیر میں ہر جا مقیم ہیں

ہر لحظہ وہ حریص ہیں، تم پر جہان میں
وہ مومنوں کے ساتھ رؤف و رحیم ہیں

خالق جُڑا ہے ان سے، فرشتے جُڑے ہوئے
جُڑ جاؤ تم بھی ان سے وہ دستِ کریم ہیں

اظہر ہے ان کی ذات ہی خیر المفکرین
اے حق تلاش، تیرے وہی تو حکیم ہیں

○

جب کرب سے باندھے تھے قدم میرے زمیں نے
اک عزم نیا بخشا صداقت کے امیں نے

میں جب بھی کسی بحرِ بلاخیز میں پہنچا
گرداب سے باہر کیا بس اس پہ یقیں نے

ہو دادِ طلب دل، تو رسائی نہیں ملتی
سجدے کے ارادے کو کہا میری جبیں نے

جب شہرِ مدینہ سے ملا اذنِ رسائی
سب کچھ کیے رکھا تھا وہاں سرورِ دیں نے

اظہر مری راہوں میں تھے ہر سمت اندھیرے
منزل کی ضیا بخشی اسی ماہِ مبیں نے

○

بخشا جو مجھے دیدۂ بیدار نہ ہوتا
یوں مجھ سے ترے حسن کا اظہار نہ ہوتا

ملتی نہ اگر دل کو مرے عجز کی دولت
شاید میں ترے غم کا بھی حق دار نہ ہوتا

ہوتا نہ اگر بگڑی کے بن جانے کا امکان
میں درد لیے برسرِ پیکار نہ ہوتا

یوں ہجر کی دنیا سے اگر آگ نہ لگتی
میں شعلہ بداماں مری سرکار نہ ہوتا

ہوتے نہ اگر تیرے جنوں خیز مناظر
میں تجھ میں مگن وادیٔ افکار نہ ہوتا

ہوتا نہ اگر اس سے نگاہوں کا تصادم
میں طالبِ رنگینیٔ دیدار نہ ہوتا

سانسوں کو نہ چھوتی جو تیرے پیار کی خوشبو
یہ اظہرِ بے حِس کبھی فنکار نہ ہوتا

○

ماضی نے جو بھی بوجھ تھے خود پر گرا لیے
لو آج سارے ہم نے وہ سر پر اٹھا لیے

دیوارِ گریہ توڑ کے عزمِ صمیم نے
پھر سے تلاش خوب کے رستے بنا لیے

منزل کی کرنیں سوچ کے سورج میں ڈھال کر
اندھے نگر میں پھر سے سویرے جگا لیے

ڈھایا نہیں پہاڑ تو کچھ یہ بھی کم نہیں
دامن پہ جو بھی داغ تھے' ہم نے مٹا لیے

اظہر نویدِ صبح بھی دینے کی ٹھان لے
قدموں میں اپنے خوف ہیں ہم نے دبا لیے

○

متاعِ بے بہا کر لے کچھ اس سے بھی سوا کر لے
مگر بزمِ تفکر کو ابھی سے رہ نما کر لے

بنا اس کام کے دنیا اندھیرے میں بھٹکتی ہے
تجھے مشکل تو ہو گی پھر بھی آنکھوں کو توا کر لے

وفائیں بھاگ جائیں
یہ سب کچھ عارضی

طریقہ تو یہی ہے اس جہاد زندگانی کا
جہاں پر بھی ہے تو پہنچا وہیں سے ابتدا کرلے

یہ سوزِ اظہر خاکی یہی کچھ جان پایا ہے
سفر درپیش ہو تو وسوسے خود سے جدا کرلے

○

اظہار کی قیمت ہے نہ گفتار کی قیمت
قیمت ہے تو اس دہر میں کردار کی قیمت

دست برائی ہٹائیں نہ یوں پردے
بڑھ جائے یہاں نیک کے انوار کی قیمت

فردا کی نگاہوں میں تو ہے ساری کی ساری
فرسودہ روایات سے انکار کی قیمت

جب سامنے رکھے ہوں جنوں خیز مناظر
ہے میرے تعین میں تو رفتار کی قیمت

ہے دشت تمنا میں طلب آج اسی کی
پھر حق کے ترازو میں ہو حقدار کی قیمت

اظہر کی بس اتنی سی تمنا ہے جہاں میں
ہر دل کو لبھا جائے مرے یار کی قیمت

○

یہاں جتنے بھی روشن ہیں اُسی کے نام سارے ہیں
اُسی کے قبضۂ قدرت میں صبح و شام سارے ہیں

کہ ہم دنیا میں اُس کی نوکری کرنے تو آئے ہیں
یہاں ہم کر رہے ہیں جو اُسی کے کام سارے ہیں

متاعِ زندگی کو مِلک ہم اپنی سمجھ بیٹھے
اسی خاطر جہاں میں ہو گئے بدنام سارے ہیں

ہماری زندگی میں سب سنور جانے کو آئے ہیں
مہِ قرآں میں اپنے واسطے احکام سارے ہیں

میری لا علمیوں نے تو یہی عرفان پایا ہے
اسی کی سب ہیں پاتالیں' اس کے بام سارے ہیں

حروفِ لا الہ میں جذب ہے ساری وفا کیشی
یہیں ہے ابتدا سب کی یہیں انجام سارے ہیں

خدا رکھے اسے اظہرؔ یہ کل کو سرخرو نکلے
جبینِ بزم مومن پر ابھی الزام سارے ہیں

O

میں جب فکر کی جانب دوڑا، سب سمجھے سودائی ہے
بات وہیں سے چلتے چلتے آج یہاں تک آئی ہے

عزت، دھن، پرواہ سے نکلے، تن من اس میں جھونک دیا
تب کہیں جا کر اس مولا نے یہ گتھی سلجھائی ہے

میں جس سے بھی دکھ سکھ کرتا، وہ بیگانہ ہو جاتا
سوچا کرتا، میں پاگل ہوں یا تن پہ رسوائی ہے

میری کتھا جب مجھ سے گذر کر ان شعروں میں ڈھلنے لگی
دیکھا میں نے ہر چہرے پر خوشی سی اک لہرائی ہے

اظہر یہ شعروں کی مالا حق بینوں کو پیش تو کر
وہ دیکھیں گے اس کے تن میں کہاں تلک سچائی ہے

○

میری نس نس میں جس کی آرزو ہے
اُسی کے ذکر سے میری نمو ہے

ترنم بیز ہوتا ہوں میں جس میں
مجھے لگتا ہے اس کی آب جو ہے

مرے در پیش ہے عقدہ کشائی
یہی میری بنائے گفتگو ہے

کہیں سے راہ حق مل جائے ہم کو
مری تو اس قدر ہی جستجو ہے

ابھرتے نام کی خواہش سے ڈرنا
یہ کیا کوہ گراں سا روبرو ہے

خوشی کوئی، نہ کوئی غم، نہ خواہش
عجب سا کیف میرے چار سو ہے

مرے فن پر ہے اظہر جس کا سایہ
اسی کے ہاتھ میری آبرو ہے

○

میرے اندر ہیں کچھ فسوں جاگے
کیسے ادراک سے کہوں' جاگے

میری راہوں کو روشنی ہو نصیب
کہو فردا سے اب وہ یوں جاگے

میرے عیبوں کی پردہ پوشی کو
مغفرت تیری گونا گوں جاگے

نعمگی وہ مجھے میسر ہو
جس سے سویا ہوا جنوں جاگے

رنگ ایسے ہیں سامنے اظہر
تھے جو احساس سرنگوں، جاگے

○

گذرے پلوں کو طاقتِ انکار چاہیے
فردا کو لمسِ دیدۂ بیدار چاہیے

سوچوں کو پھر سے حرمت تحقیق ہو نصیب
نالوں میں پھر وہ جرأتِ اظہار چاہیے

دانش وری میں جسکی تفکر کی تاب ہو
وہ صاحب جنوں ہمیں فنکار چاہیے

کج بینیوں کی جس میں ذرا سی رمق نہ ہو
کچھ اس طرح کی اب ہمیں گفتار چاہیے

کہنہ روایتوں کو جو جڑ سے اکھیڑ دے
ایسا کوئی تو قافلہ سالار چاہیے

یا رب، یہاں بھی درس حقیقت کے کھول دے
بیداریوں کو رونق افکار چاہیے

اظہر، چلو یہ کرتے ہیں مالک سے اب دعا
حاکم جو دے، وہ صاحب کردار چاہیے

○

یہ ایک حقیقت ہے، گر سوچ میں آئی ہو
ہو جس کا بھی گم چرچا، وہ غیب برائی ہو

یہ کاش اگر نکتہ اخبار سمجھ پائیں
پھر ہم نے یہاں ہر سو دوزخ نہ سجائی ہو

ہر نیکی ابھر آئے، ہر عیب دبک جائے
یوں ہم نے زمانے میں خفت نہ اٹھائی ہو

ترتیب سفر دیں تو' ترغیبِ ہنر دیں تو
پھر اپنے تناظر پر ویرانی نہ چھائی ہو

پھر شوق' اگر کر لے قرآں پہ عمل جاری
ہر دل' دل مومن ہو' ہر دم میں صفائی ہو

اظہر کا یہ واویلا بن جائے اگر میلہ
غیبت نہ ہو یوں رقصاں رو پوش ڈھٹائی ہو

○

نخوت سی آگئی جو مرے بام و در میں ہے
بنیاد اس کی ساری ہی اندھے سفر میں ہے

گو قمقموں سے شہر ہیں روشن کیے ہوئے
پھر بھی لگے ہیں، زندگی کالے نگر میں ہے

تحقیق بھی کرائیں، تو ان سے کرائیں ہم
جن کی بقائے بزم ہی اس رہگذر میں ہے

اس سے ملے نجات، تو کچھ بات بھی بنے
پابندیوں کا قہر جو اپنی ڈگر میں ہے

تحقیق ہی جہاں میں تفکر کا کام ہے
ہر انکشاف دہر انہیں کے اثر میں ہے

ہوتا ہے ان کے درد پہ عرفان کا ورود
قرآں بغیر، کس کی، کہاں یہ خبر میں ہے

اظہر کا یہ پیام ہی شاید اثر کرے
اک سوزِ بیکراں سا تو اس نامہ بر میں ہے

○

توقع میں قدم یوں دھر رہا ہوں
ہوا میں جیسے خوشبو بھر رہا ہوں

تیری راہ سفر میں' میں بھی شاید
کوئی منزل سجیلی دھر رہا ہوں

نمودِ صبح کا منظر تو دیکھیں
بڑی مدت سے کوشش کر رہا ہوں

سمندر پار ہونے کو ہے شاید
میں اک عرصے سے جس میں "تر" رہا ہوں

میرے انکار سے بوجھو تو جانیں
میں اس مدت میں کس کے گھر رہا ہوں

اسی سے منزلِ حق پائی اظہر
لگے تھا جس سفر میں' مر رہا ہوں

○

تقدیر ہے اللہ کی قدرت میں ازل سے
جب چاہے وہ ہاتھوں کی لکیروں کو بدل دے

کیسے وہ بدلتا ہے' رہِ زیست کے عنواں
تو دیکھ ذرا پہلے عقیدے کو مسل کے

یہ اور' کہ تو ان کی طرف جا نہیں پایا
وہ فیض کے چشمے ہیں' ہمیشہ سے ابلتے

اتنا بھی نہ اب سوچ بہت دیر ہوئی ہے
ہیں تیز بہت زاویے قدرت میں عمل کے

اللہ کے قبضے میں ہے ہر درسِ حقیقت
دیکھے بھی کوئی درسی کتابوں سے نکل کے

وہ چاہے تو اس اظہرِ بے بس کی یہ کوشش
نکھرا دے حقیقت کو طہارت کے عمل سے

○

عبد و معبود کے کچھ اور ہی رشتے نکلے
ہم کہاں غرق رہے ہیں' ہمیں اللہ رکھے

اس سے دوری بھی ملی' دردِ غلامی بھی سہا
تیرگی ایسی ملی' جس میں رہے ہیں بھٹکے

قصرِ ایماں کے تھے کچھ اور تقاضے' لیکن
ہم بزرگوں ہی کی تقلید کو ایماں سمجھے

یا الٰہی! ہمیں اس دورِ جہالت سے نکال
دلِ پر درد سے پھر درد کے نالے اٹھے

ہم کو طاقت دے کہ قرآں پہ بھروسہ کر لیں
ہم پہ ناحق نہ کوئی اور شریعت دھمکے

پھر سے بن جائے ترے قرب کی صورت یا رب
اپنی رحمت سے ہمیں آج وہ رستہ دے دے

سوزِ اظہر بھی ہے اس آہ و فغاں میں شامل
اس کی بے چین صدا شکل رسائی دیکھے

○

جب وہ الفت مضطرب تھی پھیل جانے کے لیے
ہر نظر بے تاب تھی مجھ کو بجھانے کے لیے

دل، تن خاکی میں کہتے ہیں جسے مولا کا گھر
اس حسیں میں کھو گیا تھا زخم کھانے کے لیے

یہ بھی تو اس کے کرم کی بات ہے جس نے مجھے
عشق بخشا روپ میں گفتار لانے کے لیے

درد و غم، رنج و محن سے ہی گزر کر یہ ہوا
اب تدبر ہے رواں رحمت کو پانے کے لیے

مندمل ہونے لگے ہیں زخمِ جاں، کچھ دیر سے
کیا وہ ہمدم آن پہنچا ہے بچانے کے لیے

اس طرف بے گانگی کا شور ہے اظہر، تو کیا
ہم بھی چلتے ہیں، بھلے، فرصت نبھانے کے لیے

○

در خورِ زنجیر کی کایا پلٹتی جائے ہے
ہر طرف احساس کی خوشبو مہکتی جائے ہے

اک صدائے صبح گاہی دے رہی ہے یہ نوید
جیسے شریانوں میں کچھ کچھ بات بنتی جائے ہے

اضطرابِ شوق کا بادل اُمڈ آنے کو ہے
دیکھتا ہوں درد میں سرعت سی آتی جائے ہے

نامہ بر پیغام کو دینے لگے ہیں وسعتیں
ہر گھڑی اک اور ہی سانچے میں ڈھلتی جائے ہے

عزم کو زادِ توکل کی ہوئی ہے پھر تلاش
چھا گئی تھی جو رعونت وہ پگھلتی جائے ہے

اظہرِ خاموش پھر ہونے لگا نغمہ سرا
زندگی اب ہر طرف حرکت پکڑتی جائے ہے

○

اشک بہہ جائیں حدیثِ جاودانی کے لیے
نخل ترسیں ہیں نمو کو، ایسے پانی کے لیے

درد یوں اٹھے تلاطم خیز ہو ساری فضا
دل ہوں اس سے صاف اس کی مہربانی کے لیے

ان درو دیوار میں یوں حق پرستی کی ہو گونج
پھر صداقت مضطرب ہو حکمرانی کے لیے،

یا الٰہی، یہ ہمیں ممکن نظر آتا نہیں
تو ہی ہو اب مہرباں اس کامرانی کے لیے

یہ مرے اشعار ہیں، اظہر مرے دل کی صدا
پیش کرتا ہوں انہیں رنگِ معانی کے لیے

ہم جو چاہیں تو نصیب اپنے سنور سکتے ہیں
ہو کے پر نور زمانے سے گذر سکتے ہیں

قصرِ انصاف کو قرآں کے حوالے کر کے
ہم توکل کے ترازو میں اتر سکتے ہیں

ظرف کفار میں دینے کو ہے وہ تاب کہاں
جس قدر جھولیاں قرآن سے بھر سکتے ہیں

اپنے وعدوں کی بھی تکمیل ہے ہم پر واجب
اس کے احکام کی تکمیل تو کر سکتے ہیں

حق ہے اللہ تو پھر راہ حقیقت کے لیے
ہم یہاں جسم ہی کیا جان بھی دھر سکتے ہیں

اتنی مشکل بھی نہیں راہ حقیقت اظہر
عقل مانع ہو تو ہم اس سے گذر سکتے ہیں

○

اگر قادر سے قدرت مانگ لیں ہم بھی زمانے میں
لگے گی دیر کیا اس کو ہمیں مومن بنانے میں

ہمیں اب لمحہ لمحہ اُس کے عرفاں کی ضرورت ہے
ہوئی ہے دیر پہلے ہی بہت اُس سمت جانے میں

اگر اپنی ضرورت کے سوالوں کو نمو بخشیں
بڑی امداد دے گا وہ ہمیں سب راز پانے میں

ہمیں بس اپنی فرسودہ روی کو چھوڑنا ہو گا
رعونت جس کی حائل ہے ہمارے سر اٹھانے میں

ذہانت سب کی سب اپنی' بروئے کار لے آئیں
ہمیں امداد دے یا رب رہِ قسمت سجانے میں

ندا' اس اظہر خاکی کی لرزا دے انہیں یا رب
سلیقہ رہنمائی کا نہیں ہے جن کے خانے میں

○

پُر درد، پُر خیال، سہی میری یہ لگن
پھر بات تب بنے گی جو مانے کا تیرا من

گر راہِ حق کو تجھ پہ اجاگر نہ کر سکا
بے سود اس جہان میں سمجھوں گا اپنا فن

رکتا ہے جن میں انساں وہ ہیں عقل کے سراب
ایسی جگہوں پہ کر لے توکل کو زیب تن

دل وا کریں تو سامنے منظر بھی آئیں گے
آتی ہے جن کی تاب سے ہر درد پر چبھن

اس زخمِ جاں کو زخمِ تمنا کہو --- مگر
سوچیں تو اک عجیب سا ہے اس میں بانکپن

اظہر مجھے جہانِ تفکر دکھا گیا
میرے جنونِ شوق کے اندر ہی کا متن

○

ہو ایسا باصفا کوئی
ملے اب جا بجا کوئی

مرے احساسِ گریہ میں
ہو یوں بھی مبتلا کوئی

میری منزل عیاں کر دے
دے ایسا رہنما کوئی

تجھے سیلِ جنوں بخشے
میرا غم آشنا کوئی

نظر کی تاب دکھلا دے
دلوں کو برملا کوئی

نواسنجِ فغاں ہو کر
کریں پھر التجا کوئی

ہمیں توفیق دے یا رب
کریں جود و سخا کوئی

نئی تابانیاں اظہر
کرے آنکھوں پہ وا کوئی

○

شعروں کے تن پہ فکر ہوں، جتنا سجا سکا
بس اس قدر ہی تھا مری جھولی میں آسکا

حیرت کا اک جہاں تھا وہاں اور کچھ نہ تھا
میں جس میں جا کے فہم سے پردے ہٹا سکا

حق پر ہوں کس قدر، میں مئوثر ہوں کس قدر
ایسے بہاؤ میں نہ میں خود کو بہا سکا

یہ سب کی سب ہے سرورِ کونینؐ کی عطا
جن کی ردا سے خود کو میں باہر نہ پاسکا

اب بھی ہے وقت عقل کو جھٹکے لگائیں ہم
اس کے بغیر کون ہے خود کو جگا سکا

سوز سخن وری کو تھی ایماں گری کی دھن
سو 'نعتیہ میں' میں وہ تنوع نہ لا سکا

اظہر یہ اس غزالِ تمنا کی ہو نہ سوچ
میں آج تک غزل سے جو باہر نہ جا سکا

○

برپا ہے میرے فکر کے اندر جو انقلاب
یہ حرف حرف میرا اسی کا ہے اکتساب

قرآن پر یقیں ہے تو پھر یہ بھی سوچ لے
دنیا و آخرت کے اِسی پر ہیں سب حساب

خالق نے اس کتاب کو فرقان ہے کہا
کر انحصار اس پہ تو واضح ہوں سب جواب

پچھلی رتوں میں جانا ہی ممکن ترا نہیں
فردا کے نور سے ہے مزیّن یہی کتاب

آبا نے جو بھی سوچا وہ تھا ان کے واسطے
اپنے عمل کی راہ تو کر پھر سے بے نقاب

قرآن کی سمجھ بھی وہ دیتا ہے خود کریم
جا، اس کی بارگاہ میں لے کر یہ اضطراب

اظہر نے جو بھی پرکھا یہ دعوت اسی کی ہے
آگے ہر ایک شخص کا اپنا ہے انتخاب

○

جس دل کو بھی جہان میں عرفان چاہئے
واں، ذکرِ رب بدرجۂ طوفان چاہئے

اللہ بن نہیں ہے کوئی بھی یہاں علیم
مرکوز اس پہ بس ترا ایمان چاہئے

وہ بندگانِ حق ہیں، جو لاتے ہیں اس سے نور
ماحول ان کے واسطے ذی شان چاہئے

○

ہے حکمِ ربؐ "کہ اُن کو گھروں سے بھی مت نکال"
اس رُوشنی کے واسطے قرآن چاہیے

اس کے مفکرین کو ارفع مقام دے
رحمت سے اس کی گر تجھے عرفان چاہئے

ہیں ہم میں بھی وہ لوگ جو یہ کام دے سکیں
بس بات اس قدر ہے کہ پہچان چاہیے

یا ربؐ، ہمیں بھی نور حقائق سے تو نواز
تیرا کرم ہی بس ہمیں رحمان چاہیے

اظہر کے سارے فکر کی معراج ہے، ہی یہی
پھر سے بلندیوں پہ مسلمان چاہیے

○ سورۃ انعام آیت 56

○

ذہنوں سے اونچ نیچ کے سب ناگ مار دے
ہر درجۂ حیات پہ عزت کو وار دے

عہدوں پہ اختیار کے زیور نہ اب سجا
جو جانتے ہیں کام، انہیں اختیار دے

قانون کو بھی ایسی عبارت سے تو نواز
جو کوچۂ سزا میں جزا کا نکھار دے

ہیں ٹیکس تو بجا' انہیں قرآں کا دے اصول
پھر تجھ پہ جتنے قرض ہیں سارے اتار دے

حق راستے کے جو بھی ہوں ضامن مرے خدا
اس دیس میں تو اب سے انہیں اقتدار دے

ہر سو نئی حیات کے منظر سجائیں' ہم
رنج و محن کو' درد کو' ایسی پکار دے

قرآن میں' عمل میں ملے' اب تجھے سرور
اظہر تجھے یہ رونقیں پروردگار دے

○

جب محبت اس کے دل میں اوجِ حیرانی پہ تھی
تمکنت سارے جہاں کی اس کی پیشانی پہ تھی

وہ تھا لمحہ، جب ملی تھی شوق کو بے چارگی
عشق تھا بامِ فلک پر جاں درِ فانی پہ تھی

نغمگی میرے بدن میں بھی سرایت کر گئی،
اب میری ہر آرزو بس اُس کی دربانی پہ تھی

میری یہ سعئی عمل ہوتی نہ اتنی کامیاب
منحصر ساری مگر یہ اُس کی نگرانی پہ تھی

آج تک حیراں ہوں اظہر یاد میں کر کے اُسے
آخرش وہ کیا کشش اس کے رخ جانی پہ تھی

○

اُس خالق اقدس سے جونہی بات بنے گی
کردارِ محبت کو عجب شان ملے گی

دیں ہم بھی اگر اہلِ تفکر کو سہولت
ہر شعبہ پہ عرفان کی بارش ہی رہے گی

اس ظلم و جہالت کا نشاں تک نہ رہے گا
تقدیر نئے سوز کی تعمیر کرے گی

اُن اہلِ ترقی سے کہیں آگے چلیں گے
جب کشتیٔ دیں اس کی وکالت میں چلے گی

اظہر درِ اغیار سے نظریں تو ہٹائیں
ہر چیز یہاں فکر کے سانچے میں ڈھلے گی

○

بے تاب ہیں کب سے مرے اندر کے دفینے
کب دیکھیں یہاں ڈھونڈنے والوں کے سفینے

ٹھانی تھی ابھی جرم کی بنیاد میں ڈھونڈوں
کایا ہی پلٹ دی مری اس ایک گھڑی نے

جب عجز کی دنیا میں چلا آیا تو دیکھا
ملتے ہیں یہاں کیسے وہ حکمت کے نگینے

بندے ہیں کسی اور کے، آقا ہیں کوئی اور
مارا ہمیں ایمان سے بے راہ روی نے

مومن بھی ہیں اور شرک بھی دستور ہے اپنا
صورت ہمیں بخشی ہے یہ کس دردِ سری نے

پھر لوٹ کے قرآں کی طرف جانا پڑے گا
آسودگی بخشی مجھے اس سوچ مری نے

جب تک میں مکمل سا نہ بے ربط ہوا تھا
اظہر نہ کھلے مجھ پہ تفکر کے قرینے

○

ہم خود کو اگر حق کا طلبگار بنائیں
ممکن نہیں ہم درسِ حقیقت کو نہ پائیں

اللہ نے مومن کو جو بخشے ہیں سلیقے
مشکل تو نہیں ڈھونڈنے، گر کھوج لگائیں

محبوب کے اوصاف ہی محبوب ہیں اُس کو
ہم کیوں نہ انہیں بخت کی تختی پہ سجائیں

جب اس کے سوا کوئی بھی قدرت ہے نہ طاقت
پھر ہم دم و ہم راز کسے اور بنائیں

قرآن ہی آئین ہے، قرآن ہی قانون
حق ہے تو یہی اس کی طرف جائیں نہ جائیں

سب ذہن کے اٹکاؤ نکل جائیں گے اظہر
بندے ہیں تو مالک سے تعلق بھی بڑھائیں

○

اس طرف دیکھیں تو بس جاگا ہوا مقسوم ہے
وہ تو اس میں آبسے ہے جو بھی دل مغموم ہے

اس سے جڑ جائیں تو جڑ جائیں گے ساری خلق سے
ہر صلواۃِ زندگی کا بس یہی مفہوم ہے

اس کی قوت سے یہاں جو بھی مزّین ہو گیا
ہر جہالت کا قلعہ اس کے لیے معدوم ہے

خادم و مخدوم کی بھی بس یہی توضیح ہے
جس نے خدمت کی جہاں کی بس وہی مخدوم ہے

وہ جو ہر پل کے لیے ہے چارہ گر اور چارہ ساز
زندگی پھر کس لیے تو اس قدر مظلوم ہے

اس کی قدرت کا نہیں لگتا ابھی عشر عشیر
ساری دنیا کو ابھی تک جس قدر معلوم ہے

اِس دلِ اظہر کو تو اتنی خبر ہے اور بس
تیرے اندر ہے وہ چشمہ جس سے تو محروم ہے

○

ہیں عقل کو درپیش سفر اور طرح کے
حق بینوں کو آئیں وہ نظر اور طرح کے

اب ذہن میں تم نقشِ روایت نہ سجاؤ
تھے اس کے تصور میں نگر اور طرح کے

ہر وقت اسی خالقِ اکبر کو پکارو
وہ دے گا تمہیں لعل و گہر اور طرح کے

یہ رنگِ سخن، رنگ تغزل ہی سمجھ لو
بکھریں گے مگر اس سے اثر اور طرح کے

جو قومیں بھی تقلید بزرگاں میں تھیں اٹکی
تھے اس کے نصیبوں میں، ثمر اور طرح کے

ہم اپنے عقیدوں میں فقط قید ہیں اظہر
خالق کے ہیں دستور مگر اور طرح کے

○

کردار جنوں خیز ہو گفتار جنوں خیز
وارفتگئ شوق قدم اور ذرا تیز

اب تیری اذانوں سے سحر جاگے تو جانیں
کر سیلِ محبت سے اِسی درد کو لبریز

نغمات کی بارش سے سماعت کو وہ رس دے
ہر خانۂ پردرد میں رقت ہو بلاخیز

اللہ کرے، جہل کے مٹ جائیں گے دھبے
گر عقل کو یہ سوزِ حقیقت ہوا انگیز

اظہر یہ تری بات اسی وقت بنے گی
جب فہم سے نکلے گی فراستِ گہہِ انگریز

تیغِ حکمت سے وہ یوں وار کیے جاتے ہیں
میری تخلیق کو شہکار کیے جاتے ہیں

مجھ کو اس ذات نے بخشے ہیں وہ تیور کہ جواب
مجھ کو شاعر سے فسوں کار کیے جاتے ہیں

آج پھر تیری اسی شوخ نگاہی کے سبب
ہم بھی کچھ زینتِ اظہار کیے جاتے ہیں

ساتھ دیتے ہیں زمانے کا حرارت کے لیے
اس کی رحمت کا بھی دیدار کیے جاتے ہیں

تاکہ دے پائیں ترے دل کو نیا سوزِ حیات
خود کو ہم برسر پیکار کیے جاتے ہیں

جتنے خاکے ہیں مرے فکر کے اندر اظہر
برق سی اپنی وہ رفتار کیے جاتے ہیں

○

لاکھ روکا درد کی شدت نے اس کو بار ہا
دل دیارِ یار کے پھیروں سے لیکن کب رکا

ہو کمر بستہ کوئی، ہو رنج و غم سہنے کی تاب
کھول دیتا ہے وہ اُس پر راستہ انوار کا

جب تلک نظریں نہ پہنچیں نفرتوں کے بیچ تک
ہر قدم راہِ تفکر کی طرف اٹھتا گیا

نغمگی سازِ جنوں پر بے سبب آئی نہ تھی
کوئی آخر اس جہاں میں گوش بر آواز تھا

آج پھر غرقِ دعا ہوں سر بہ سر اس کے لیے
جس نے پل بھر میں مجھے گردابِ گریہ کر دیا

چاہتیں کملا گئیں تھیں بے یقینی کے سبب
ان کو دریائے یقیں پھر سے مگر نکھرا گیا

اس لیے شہرت سے رغبت کم رہی اظہر مجھے
پھیل جانا نام کا کچھ بے سبب اچھا نہ تھا

جب کوئی عزم بھی پابندِ وفا ہوتا ہے
درد اس شوق کا اوروں سے جدا ہوتا ہے

میرے ماحول نے وہ راہ چنی ہے' یارب!
جس پہ جو گام اٹھے ہجر نما ہوتا ہے

سجدہ ریزی کو اگر ذوقِ توکل ہو نصیب
رنگ اس شہر کا پھر دیکھیے کیا ہوتا ہے

علم اک نور ہے یا رب' یہ فراواں کر دے
یہ وہ دولت ہے جسے پاسِ وفا ہوتا ہے

آج پھر اظہرِ بے لوث ہوا نوحہ کناں
رہنما جس کا فقط خوفِ خدا ہوتا ہے

○

ہم یہاں جب بھی نئے دام تلے آتے ہیں
پھر اسی صیغۂ افسوس کو دہراتے ہیں

میرے مولا! میری بستی کو ہوا کیا کہ یہاں
غیر لوگوں کے سبھی ڈھونگ نمو پاتے ہیں

اپنے ایوانوں میں لغزش ہے ہمیشہ کی طرح
لیکن اس جرم کی ہم لوگ سزا پاتے ہیں

تجھ سے امید کے 'یارب' ابھی روشن ہیں چراغ
جو ہمیں جینے کا احساس دیئے جاتے ہیں

کوئی اندازِ دگر ڈھونڈیئے اظہر صاحب
لوگ پر سوز صداؤں سے بھی گھبراتے ہیں

○

جو راز کسی سے بھی زمانے پہ کھلے گا
اُس قادرِ مطلق کے بتانے پہ کھلے گا

اللہ نے قرآن پرکھنے کو دیا ہے
جو غور کرو ذہن کے خانے پہ کھلے گا

جو راہ نئے علم کو پانے کے لیے ہے
وہ سوزِ تفکر ہی میں جانے پہ کھلے گا

اللہ سے اس دور کی جدّت کا تعلق
اب آنکھ سے پردے کو ہٹانے پہ کھلے گا

وہ خالق اقدس ہی ہے' ہر چیز کا خالق
یہ اس سے روابط کو بڑھانے پہ کھلے گا

جب تک نہ کیا' ہم نے تفکر' پہ بھروسہ
اک راز بھی کب سر کو جھکانے پہ کھلے گا

اس ساری ترقی کا بھی ضامن ہے وہ اظہر
اب وقت ہے' یہ سارے زمانے پہ کھلے گا

○

جب ہم ہی یہاں ان کے خریدار نہ ہوں گے
اس ملک میں عرفان کے بازار نہ ہوں گے

باہر جو یونہی جاتے رہے سارے مفکر
ہم نعمتِ عرفاں کے بھی حقدار نہ ہوں گے

ان لوگوں کی پہچان اگر ہم نے بھی کر لی
پھر ہم بھی جہالت کے گنہگار نہ ہوں گے

بخشے گا خدا ہم کو بھی ہر رازِ حقیقت
ہم وادیٔ مغرب کے خریدار نہ ہوں گے

جب تک نہیں بجتا یہاں سازینہ عمل کا
اظہر کسی تحسیں کے طلبگار نہ ہوں گے

○

متاع جاں کہاں باقی رہی ہے
یہی صورت مرے ادراک کی ہے

کہاں سے آ رہے ہیں یہ مضامیں
یہ اس قادر کی قدرت جانتی ہے

ترنم ریزیاں فرما رہا ہوں
مگر وہ بات اب بھی اُن کہی ہے

سویرے جاگ اٹھتے ہیں جہاں سے
وہاں تک تیرگی تو آگئی ہے

وہ رحمت تو ازل سے مہرباں ہے
طلب میری کہاں یہ جانتی ہے

سفیرِ آگہی سے کہہ دو اظہر
نویدِ صبح تجھ کو ڈھونڈتی ہے

○

جب اس نے مری آنکھ سے پردے کو ہٹایا
پھر سیلِ کرم خیز' کہاں تک نہیں آیا

فطرت نے ترے پیکرِ الفت کو سجا کر
اس سے مرے اشعار کی زینت کو بڑھایا

دی حال میں منصور کو وہ سوچ کہ جس نے
کمزور زمینوں پہ عجب رنگ چڑھایا

جس روپ کو بے روپ نے گہنایا ہوا تھا
پھر سے ہے مرے فکر پہ وہ روپ سجایا

روشن ہوئیں آنکھیں تو مرا درد یہ بولا
بے شک تری قدرت میں ہے ہر چیز خدایا

اظہر بھی اسی مالکِ کونین کی ہے مِلک
جس نے اسے یہ رازِ حقیقت ہے بتایا

○

ہر کام کر جہاں میں عبادت کے طور پر
مت دیکھ اس کو اپنی جسارت کے طور پر

انسانیت کے پاس ہیں جتنے بھی اختیار
وہ سب ہیں اس کے پاس امانت کے طور پر

ہر جا ہیں اس نے اپنی دلیلیں دھری ہوئی
ان کو تلاش کر تو ریاضت کے طور پر

ق

سب کر رہے ہیں اہلِ تفکر اسی کا کام
قدغن لگا نہ ان پہ قیادت کے طور پر

گھر سے نکالنا انہیں اچھا شگن نہیں
دیتے ہیں علم ہم کو یہ طاقت کے طور پر

حائل نہیں ہے مصلحت کوئی جہان کی
اظہر یہ کہہ رہا ہے صداقت کے طور پر

○

شعروں کی فراوانی
ہے تیری دعا' جانی

پوچھوں میں یہاں کس سے
کیسی ہے یہ ارزانی

سوچوں تو یہ صحرا ہے
گذروں تو لگے پانی

شاید ہو ترا مسکن
یہ حجلۂ نورانی

کچھ دیر رکوں اس میں
دل نے ہے یہی ٹھانی

کھل جائیں یہاں شاید
اسرارِ جہاں بانی

نگراں ہوئی اپنی
اک قوت انجانی

اظہر ترے نالوں کو
پچتی ہے یہ دربانی

○

مری راہِ سخن کا اس قدر دیجور ہو جانا
سو لازم کر گیا مجھ پر، مرا پر نور ہو جانا

نہ جانے ہجر کی شب کس جنوں سے پڑ گیا پالا
تماشا بن گیا میرا وہاں مستور ہو جانا

مکمل تیرگی میں گم ہوئی تھیں، جب تمنائیں
میرا اس کی نظر میں طے ہوا، منظور ہو جانا

کہاں میں رہ گیا' میرا کوئی ذرہ نہیں باقی
نمایاں کر گیا مجھ کو یہ چکنا چور ہو جانا

جب اس کی ذات سے پیوست ہے ہر چیز ہی میری
پھر اس کی ذات ہی کو تھا مرا دستور ہو جانا

نہ جانے کس طرف کار جہاں کو لے کے جائے گا
مرا اشعار کی دنیا میں پھر مامور ہو جانا

الٰہی' پھر ہمیں دے قرب کی صورت پکار اظہر
نہیں بھایا تیرے بندوں کا تجھ سے دور ہو جانا

○

امید کے چراغ بجھانا ہی چھوڑ دے
مایوسیوں کے شہر میں جانا ہی چھوڑ دے

گر حسن کائنات پہ نظریں تری نہیں
بدصورتی پہ ان کو جمانا ہی چھوڑ دے

مالک جو لے رہا ہے یہاں ہر کسی سے کام
تو اس کو جاں کا روگ بنانا ہی چھوڑ دے

ہے تیرے پاس فہم تو اس کی اداؤں سے
ہر چیز کو نظر سے گرانا ہی چھوڑ دے

عیبوں کو ڈھونڈ ڈھانڈ کے ہر شے نہ کر غلیظ
محفل میں ان کی پردہ اٹھانا ہی چھوڑ دے

اظہر حریص ہو کے فقط حق کے گرد گھوم
باقی جہاں کو سوچ میں لانا ہی چھوڑ دے

○

یہاں جو شخص بھی اس کی پناہوں میں چلا جائے
وہ اس کے تن سے ہر حرف جہالت کو مٹا جائے

کہ ہم دنیا میں اس کے کام ہی کرنے تو آئے ہیں
جو انساں یہ سمجھ جائے وہی رحمت کو پا جائے

ہمیں اس دہر میں اس کی شہادت دے کے جانا ہے
وہ جس دل میں اتر جائے وہی مومن ہوا جائے

محبت حسن والوں سے ہو گر اللہ کی خاطر
بڑے عنوان ظلمت کے جہاں سے یہ مٹا جائے

بھٹکنے سے تخیل کو نہ فن کی آبرو سمجھیں
کریں ایسی جسارت جو کہ مستقبل سجا جائے

تو بندہ ہے تو آداب غلامی سیکھ لے اظہر
ہے ممکن اک جہاں کو تو جہالت سے بچا جائے

○

مجھ میں نہیں ہے کوئی گن
اصل یہی ہے، میری سن

جو بیتی سو کہہ دی ہے
تیری جو مرضی ہے چن

تجھ کو سچ لاگے یا جھوٹ
اپنے ذہن سے اِس کو پُن

یار حقیقت کو پہچان
اپنی کہانی اِس سے بن

اُس کی حقیقت پا لیں گے
لگ جائے جو اُس کی دھن

آؤ اُس کے ہو جائیں
جس نے فرمایا تھا' کُن

اظہر کیا ہی اچھا ہو
جب ہم سب کی ایک ہو دھن

○

گو ذہن پر تلاش کی چادر تنی رہی
اس سے بھی میری ذات مگر اجنبی رہی

جب فکر کے ہیولے مرے چارہ گر ہوئے
رائج علوم سے میری اکثر ٹھنی رہی

قادر نے اس طرح سے مرے دل کو آلیا
ہر دم میں اس کے نام کی بہتی ندی رہی

جانے وہ کس جہان میں جا کر ہوئی ہے گم
جو عمر بھر تھی جان پہ میری بنی رہی

اظہر یہ سارا پالنے والے کا فیض ہے
جس کے سوا کہیں نہ مری چاکری رہی

○

دل کی زمیں وہ اس قدر زرخیز کر گیا
اس کی رطوبتوں کو سحر بیز کر گیا

درپردہ چاہتوں کو وہ دے کر نئے خمار
اس سیلِ جستجو کو بہت تیز کر گیا

دے کر نئے شعور کا وہ مجھ کو بانکپن
میرے جنوں کو شوق سے لبریز کر گیا

جانے وہ کیسا رنگ تھا اس کی نگاہ میں
میری شبوں کو صبح سے آمیز کر گیا

وہ جانے کس لگن سے مرے دل میں آن کر
میرے سبھی ارادوں کو مہمیز کر گیا

کیا جانے کس خیال سے اظہر مرا چلن
میری نوائے شوق کو رنگ ریز کر گیا